سیّد سلیمان ندوی مرحوم

اسلام اور سُود

یورپ کے موجودہ تمدّن کی ظاہری چمک دمک اور رنگ و روغن نے لوگوں کے د
کو ایسا اپنی طرف لبھایا ہے کہ دلائل کے بجائے یورپ کا طرزِ عمل ہی مسائل کے خط
صواب اور اعمال کے خیر و شر کا معیار قرار پاگیا ہے۔ کسی رائے کے صواب اور عمل
خیر ہونے کے لیے یہ دیکھنا کافی ہے کہ یورپ نے اس کا کیا فیصلہ کیا ہے اور ا
باب میں طریق کار کیا اختیار کیا ہے۔ اب ہر وہ مسئلہ جو اس کے مطابق نہیں وہ
اور ہر وہ عمل جو اس کے موافق نہیں وہ شر ہے۔ چنانچہ آج کل کے اکثر مدعیانِ عقل
نزدیک تحقیق کی یہی راہ صحیح ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہم کو اس کی بدولت اپنے بہت
اُصول چھوڑنے پڑے۔ بہت سے مسائل میں مذہبی احکام کی غلطی محسوس کرنے لگے
ہمارے بہت سے نوجوانوں کو اپنے مذہبی مسائل میں تبدیلی کا خیال پیدا ہونے لگا۔
بہت سے متکلمینِ جدید نے اسلام کی مدافعت میں معذرت اور اپالوجی کا رنگ ا
کیا۔ مثلاً کوشش کرنے لگے کہ کاش کسی طرح اسلام کی پیشانی سے ربا کی حرمت کا
مٹایا جاسکتا۔ چنانچہ ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ مسلمانوں میں سُودی رواج کو ترقی دینے
لیے ایک سوسائٹی بنی اور علی گڑھ سے اور پھر بدایوں سے اس کا اخبار بھی نکلا۔ اور

ے چھاپے گئے اور لوگوں کو مسلمانوں کے موجودہ عدم ترقی کا سبب اسی مسئلہ حرمت سود
عتقاد کو قرار دیا گیا اور یہ دلائل اس زور شور سے پیش کیے گئے کہ خود قرآن پاک،
یث اور فقہی روایات تک کی توجیہ و تاویل سے جھجک نہیں رہی۔ اور کم از کم ایک صدی
مناظرہ میں ختم ہو گئی اور ہر طرح کوشش کی گئی کہ یہ ثابت کیا جائے کہ علمار دین اس مسئلہ
ین کا جو حکم سناتے ہیں وہ قطعاً ان کی ذاتی رائے ہے مگر کیا معلوم تھا کہ ایک دن ایسا
گا جب یورپ ان غلط اقتصادی مسائل اور اعمال کا خمیازہ بھگتنے کے بعد اپنے گزشتہ
سے پچھتائے گا اور خود آزر کے گھر میں ایسے ابراہیم پیدا ہو ں گے جو اپنی غلطی کو تسلیم
گے اور ہر قسم کے ربٰا کی حرمت کا فتویٰ خود اپنے تجربوں اور علم اقتصاد کے تحقیقی اصولوں
صادر کریں گے۔ پہلے تو سوشلزم اور بالشیزم تحریکوں کے لازمی نتیجہ کے طور پر جوازِ سود
قتصادی کمزوری ظاہر ہوئی اور اب دوسرے ماہرینِ اقتصاد نے بھی اس کے نقصانات
ندازہ کیا۔

سود کی حرمت ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر نہ صرف اسلام بلکہ دنیا کے تمام مذاہب
کثر قدیم حکما یکساں متفق ہیں۔ راقم نے سود اور صحفِ انبیار علیہم السلام کے عنوان
الندوہ ۱۹۰۹ء میں ایک مضمون لکھا ہے جس میں یہ دکھایا تھا کہ یونانی اور رومی
ین نے بھی اس کو اپنے وقت میں ناجائز بتایا ہے۔ اور تورات اور انجیل میں بھی جو مغربی
ں کے صحیفے ہیں ان کو اسی طرح حرام کیا گیا ہے جس طرح وہ اسلام میں حرام ہیں۔ لیکن
دیوں نے ان حدود کو توڑنے کے لیے جو ان کے دین نے ان پر عاید کی ہیں ہمیشہ سے
ہر ملک میں کوشش کی ہے اور انھیں کی پیروی عیسائیوں نے کی ہے۔ اس باب میں
سے آسان قدم یہ ہے کہ سود کے لیے کہ جو اصل عبرانی یا یونانی لفظ ہوگا اس کا ترجمہ
روا نفع" کرکے اس کے معنی کو تغیّر و تبدّل کے قالب میں ڈھال لیا گیا۔ (خروج ۲۲۔۲۵۔۲۶)
اسی سے انٹریسٹ یعنی سودی منافع اور یوژری یعنی بیاج کی اصطلاحیں نمودار ہوئیں
پہلے کو جائز اور دوسرے کو حرام ٹھہرایا گیا۔ حالانکہ یہ بالکل بے ثبوت بات ہے۔ اور
نوں میں فرق نقصان کی کمی اور بیشی کا ہے۔ نقصان اور عدم نقصان کا نہیں ہے۔

اسی طرح شخصی مہاجنی قرضہ پر سُود کو فن کی حیثیت سے ناجائز بتانا اور
کی مجموعی کاروباری شکل کو جس کا نام سترھویں صدی کے شروع سے بینکنگ سسٹم
جائز کہنا گویا یہ کہنا ہے کہ چوری تو ناجائز ہے مگر ڈاکہ جائز ہے۔ یعنی ایک جُرم
آدمی کرے تو وہ تو ناجائز اور سوسائٹی کے لیے مُضر ہے مگر جب اس جُرم کو سا
چند آدمی مل کر کریں تو وہ جائز ہو جائے گا۔

اسلامی عقیدے کے مطابق سُود سے کبھی بھی کوئی قومی فلاح یا دنیاوی بہبود
ہو سکتی۔ قرآن پاک کا فیصلہ ہے :

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ — اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقہ کو بڑھاتا

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سُودی کاروبار سے ملک کی دولت میں ترقی ہوتی۔
محض فریب نظر اور دھوکہ ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ مہاجنی قرضہ کے سُود
صرف چند اشخاص کی دولت بڑھتی اور سارے اہلِ ملک کی دولت گھٹتی تھی
بینکنگ اور کوآپریٹو سوسائٹی کے سسٹم میں چند اشخاص کے بجائے سینکڑوں اش
دولت کو ترقی ہوتی ہے مگر اس کے مقابلے میں لاکھوں کی دولت کم ہوتی ہے
سینکڑوں کی دولت بڑھتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سُود کو جس حیثیت
رواج دیا جائے وہ اپنی تباہی پھیلائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ دیہاتی اتحادی
(کوآپریٹو بینک) کے رواج اور فوائد و برکات پر آج کل بہت زور دیا جاتا ہے
میں شبہ نہیں کہ شرح سُود کی نسبتاً کمی اور طریق وصول کی نسبتاً آسانی کی
کے لیے شرح مہاجنی سُودی قرضوں کے مقابلے میں وہ رحمت ہے۔ لیکن اس
بھی سوسائٹی کے بڑے زمیندار چھوٹے زمینداروں کو بے تکلف ہڑپ کرتے
بلکہ کاشت کاروں کو اپنی زمینیں بیچنے کے لیے مجبور ہو جانا پڑتا ہے۔

قرض انسان کی ایک ضروری حاجت ہے۔ اس حاجت کا دفعیہ اسلام
کے بجائے اخلاق سے کیا ہے۔ اس نے ضرورت مندوں کو قرض دینا ثواب
ہے اور اس قرض پر مقروض سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانا سُود قرار دیا ہے۔ اس

...تو اس باب میں یہاں تک احتیاط کی ہے کہ مقروض کے یہاں دعوت کا قبول کرنا ...مشتبہ بتلایا ہے بلکہ لوگوں کو ہدیہ اس غرض سے دینا بھی کہ ان سے کچھ زیادہ وصولی ... موقع ملے، ربا کے اندر داخل کیا ہے۔ اسی طرح اسلام نے ہم جنس اشیاء کے تبادلہ ...ں زیادتی کو اگرچہ دونوں میں اچھائی اور برائی کا فرق ہو مشابہ ربا قرار دیا ہے۔ گو اس ...یادتی اور جنس کی حقیقت اور اس کے قیود و شروط میں فقہائے مجتہدین کے اختلافات ...یں تاہم اصل حقیقت پر سب کا اتفاق ہے۔ اسی طرح سونا چاندی کے مبادلہ میں ...گر جنس ایک ہے تو زیادتی ہے اور زیادتی اسلام میں ربا ہے، اس سے سکوں کی کم و بیش ...شرح مبادلہ کا وہ ظالمانہ دستور جو آج ساری دنیا میں شائع ہے اور جس کی بدولت یورپ ...یں ہزاروں آدمی گھر بیٹھے بنتے اور بگڑتے ہیں۔ وہ تمام تر اسلام میں ناجائز ہے۔ اسلام ...یں چاندی اور سونے کی اصلی حیثیت صرف نقد کی تسلیم کی گئی ہے۔ اس لیے اس کو سامانِ آرائش میں صرف کرنے کی اجازت حدّ مناسب سے آگے نہیں دی ہے۔ مردوں کے لیے چاندی کے چند ماشوں کے علاوہ خالص چاندی کا ہر استعمال قطعاً حرام ہے اور عورتوں کے لیے حدّ مناسب سے افراط کو کراہت کے درجہ میں بہرحال رکھا ہے۔ سونے اور چاندی کے ظروف اور سامان کے استعمال کی قطعی حرمت ہے۔ اگر دنیا ان اصولوں پر عمل کرے تو آج کسی ایک ملک ہی میں نہیں بلکہ دنیا میں ضروری کاموں کے لیے نقدی کی کتنی فراوانی ...ہو سکتی ہے۔

اسی اصول کی بنا پر سونے چاندی کو خزانہ بنا کر زمین میں گاڑ کر یا بے وجہ روک کر رکھنا گناہ عظیم ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝	اور جو لوگ گاڑ رکھتے سونا اور چاندی اور اللہ کی راہ میں اس کو خرچ نہیں کرتے۔ سو ان کو دکھ والی مار کی خوشخبری سنا دے۔
وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝ يَحْسَبُ	پھٹکار ہو ہر طعنہ دینے والے عیب چننے والے پر جس نے مال کو اکٹھا کیا اور گن گن کر رکھتا ہے

اَنَّ مَالَہٗ اَخْلَدَہٗ ۔ اس کا مال اس کو سدا رہے گا۔

اسی اصول کی بنا پر احتکار جو مناپولی کی بنیاد ہے اسلام کے قانون میں منع ہے۔ کیونکہ اس سے عام ضرورت کی کوئی خاص چیز کسی ایک شخص کے قبضہ میں آکر رک جاتی ہے۔

انسان کا ضرورت کے سبب سے مقروض ہونا واقعۃً کم ہوتا ہے۔ قرض کا سبب زیادہ تر عیاشانہ فضول خرچی ہوتی ہے۔ اس کی پہلی روک یہ ہے کہ سونا چاندی اور سونے چاندی کی چیزوں کی ادھار خرید و فروخت کی ممانعت کردی گئی ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ بے ضرورت عیاشانہ سامان وہی خریدے گا جس کے پاس زائد از ضرورت روپیہ ہوگا۔

اسی طرح نقرئی و طلائی اشیاء میں صنعت کاری کی قیمت کا اعتبار اس نے نہیں کیا ہے گو بعض فقہاء کو اس میں اختلاف ہے۔ تاہم اس حد تک اتنا ضروری ہے کہ نقرئی و طلائی اشیاء میں صنعت کاری کی قیمت یا اُجرت کی ہمت افزائی اسلام نے نہیں کی ہے۔ اس کا منشا اس آرٹ کی مخالفت نہیں بلکہ طلائی و نقرئی اشیاء کے عدمِ استعمال کی صورت پیدا کرنا ہے جو اسی صنعت کاری ہی کی بدولت قابلِ استعمال ہوتی ہیں۔

اسراف اور فضول خرچی کو قرآن پاک نے شیطان کا فعل قرار دیا ہے اور اس کا سبب بھی بتا دیا ہے کہ مسرف اور فضول خرچ سوسائٹی کے لیے وبال بن جاتا ہے اور یہی آخر مجرم بن کر جرائم کا مرتکب بنتا ہے۔

دوسری طرف بخل، اس نے قیامت کے دن گردن کا طوق بنا دیا۔ کیونکہ بخیل کا وجود بھی سوسائٹی کے لیے نحوست ہے کہ اس کی دولت مخلوق کے کام نہیں آتی۔

ضرورت مند کو قرض دینا اس نے ثواب کا بہترین عمل بتایا ہے۔ لیکن جو لوگ قرض لے کر استطاعت کے باوجود ادا کرنے میں دیر کریں ان کو ظالم کا خطاب دیا ہے۔ اور جو لوگ بے قرض ادا کیے مر جائیں تو ان کے ترکہ میں سب سے پہلے قرض ادا کرنا ضروری قرار دیا ہے اور قرض ادا کیے بغیر مر جائیں تو ان کے جنازہ کی نماز پڑھنے میں بھی تأمل کیا گیا ہے۔

اسلام نے ضروری قرض کے لیے خود حکومت کو بلا سود قرض دینے کے انتظام کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ خلافت راشدہ میں بیت المال سے قرض لیا جاتا تھا، جس کی ادائیگی اگر ان کی زندگی میں نہ ہوئی تو ان کی متروکہ جائداد اور دولت سے اس کی وصولی متوفی کی وصیت کے مطابق عمل میں آتی اور اگر وصیت نہ بھی ہوتی تو بھی متروکہ سامان سے تقسیم ترکہ سے پہلے قرض ادا کر دیا جاتا۔

تجارتی مالی تعاون کے لیے اسلام نے جس طریقہ کو پسند کیا ہے وہ مُضاربت ہے یعنی اہل سرمایہ سرمایہ دیں اور کام کرنے والے اپنی محنت شامل کریں اور اس طرح سرمایہ اور محنت مل کر جو نفع حاصل ہو اس کی تقسیم بحصہ مشاع قرارداد کے مطابق کی جائے، جس کے قواعد اور قوانین کتب فقہ میں موجود ہیں۔

اگر کوئی چاہے تو بینک کو اسلامی سسٹم کے مطابق قائم کیا جاسکتا ہے۔ "بینک اس کا مقصد ایک خزانہ ہے جس میں بہت سے لوگوں کی رقوم جمع ہوسکیں۔ ان کی دو قسمیں کی جاسکتی ہیں۔ ایک کا نام امانتی رکھا جائے۔ اس کی دو شاخیں ہوں :-

۱۔ امانتِ خالصہ یعنی ایسی امانت جس کو بعینہٖ محفوظ رکھا جانا مشروط ہو۔ اس امانت کی حفاظت اور انتظام کا خرچ امانت رکھوانے والوں سے وصول کیا جاسکے

۲۔ امانت باجازت یعنی ایسی امانت جس میں تصرف کا اختیار بینک کو دیا جائے مگر مطالبہ کے وقت بلا زیادتی و کمی اس کا بدل دیا اور لیا جائے۔

تیسری قسم ایسی رقوم کی ہوگی جس کے جمع کرنے والے مدت معینہ کے لیے اپنی رقم بینک کے حوالے کریں۔ بینک ان رقوم کو مختلف تجارتی صیغوں میں خود لگائے یا دوسرے تجارت گاہوں کو بطور مضاربت دے اور منافع کو مالکانِ رقوم اور کام کرنے والوں میں بحصہ مشاع تقسیم کرے۔

"بحصہ مشاع" سے مقصود یہ ہے کہ عدد معین جیسے تین فیصدی، چار فیصدی کے بجائے حصہ متعین مقرر کیا جائے۔ مثلاً تہائی، چوتھائی، پانچواں، چھٹا وغیرہ جس کا اطلاق

لیکن ان رقموں کا کوئی حصہ قرض پر منافع پر نہیں لگایا جاسکتا۔ البتہ قرض بر رہن پر دیا جا سکتا ہے۔ گو اس شئے مرہون سے انتفاع اور مشروط انتفاع میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ مگر اس اختلاف کی تفصیلات کو حل کیا جاسکتا ہے۔ لیکن فقہ حنفی و شافعی میں اس کی گنجائش کم نکل سکتی ہے۔

شاہ ولی اللہؒ

کی

تعلیم

(اردو)

از پروفیسر غلام حسین جلبانی

پروفیسر جلبانی ایم۔ اے سابق صدر شعبہ عربی سندھ یونیورسٹی کے برسوں کے مطالعہ و تحقیق کا حاصل یہ کتاب ہے۔ اس میں مصنف نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کی پوری تعلیم کو جمع کر دیا ہے اور اس کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحثیں کی ہیں۔ پہلا ایڈیشن ختم ہوگیا ہے اور قدردان پڑھنے والوں کے اصرار پر دوسرا ایڈیشن جلد شائع ہو رہا ہے۔ معیار طباعت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔